فکر و نظر............ اسلام آباد جلد: ۴۴ شمارہ: ۳

نام کتاب : علامہ اقبالؒ اور ان کے ہم عصر مشاہیر (باہمی تعلقات کے آئینے میں)

مؤلف : ڈاکٹر محمد سلیم

ناشر : سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

قیمت : ۲۰۰ روپے

تبصرہ نگار : ڈاکٹر خالد علوی*

علامہ اقبال ایک عہد ساز شخصیت تھے۔ وہ اپنے عہد کے راکب کی حیثیت سے جیے اور برصغیر کی فکری و تہذیبی زندگی پر دیرپا اثر چھوڑ گئے۔ ان کی ذات، فکر، شاعری اور تہذیبی اثرات کے حوالے سے شاندار لٹریچر تخلیق ہوا ہے۔ اقبالیات کے عنوان سے مستقل صنف ادب نہ صرف تخلیق ہوا بلکہ روزافزوں ترقی پر ہے۔ آئے دن کسی نہ کسی پہلو پر کوئی نہ کوئی تحریر سامنے آتی ہے اور اقبالیات کا کوئی نہ کوئی گوشہ زیر بحث رہتا ہے۔ اقبالؒ کی فعال فکری و عملی زندگی کا ایک پہلو ان کے معاصرین کا رویہ بھی ہے۔ کوئی شخص اگر خاص موقف رکھتا ہو اور اس کے اظہار میں بے باک بھی ہو تو لازم ہے کہ مخالفین کی تنقید کا ہدف بنے۔ اقبالؒ کے حاسدین اور ناقدین بھی تھے اور اب بھی ہیں۔ اب بھی کہیں نہ کہیں سے تنقید و تنقیص کے وار ہوتے ہیں لیکن اقبالؒ غالباً واحد ایسی شخصیت ہیں جنھوں نے اپنے ہم عصر اہل فکر و دانش سے اپنی زندگی ہی میں خراجِ تحسین وصول کیا۔

احیاء ملت اسلامیہ کے احساس سے بہرہ ور اور برصغیر پاک و ہند کی ملت اسلامیہ کے مستقبل کے بارے میں فکرمند اقبال اسلام کی نشأۃ جدیدہ کا نقیب تھا۔ معاصر سیاسی افکار و نظریات کے شعور انگریزوں اور ہندوؤں کی ریشہ دوانیوں کے ادراک اور مسلمان کے تشتت و افراق سے آگہی کے نتیجے میں وہ کسی مداہنت کا شکار نہ تھے، اس لیے ان کے مسلمان اور غیر مسلمان معاصرین کے ساتھ روابط میں کسی قسم کی شکست خوردگی یا اپنے موقف کے خلاف مفاہمت کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اقبالؒ کے فکری و سوانحی مطالعے میں یہ پہلو بہت اہمیت کا حامل ہے۔

زیر نظر کتاب اس پہلو پر ایک خوبصورت پیش کش ہے، ڈاکٹر محمد سلیم، اقبال، تحریک پاکستان اور مسلم ہندوستان کی سیاسی تہذیبی زندگی کے طالب علموں کے لیے کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ اس سے پہلے دارالشکوہ، قائداعظم محمد علی جناح، علامہ اقبال کی سیاسی زندگی اور بیسویں صدی میں برصغیر

☆ جامعہ خواتین WISH، اسلام آباد

DMHL

کے مشاہیر اور مسلم رجال علم و فن پر دلنشیں کتابیں پیش کر چکے ہیں۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے اور سوانحی ادب میں خوبصورت اضافہ ہے۔ ڈاکٹر سلیم کا اسلوب شگفتہ اور قلم رواں ہے۔ وہ قاری کو اپنے ساتھ لیے موضوع کے چمن میں قلب و نگاہ کی پوری ضیافت کا سامان کرتے ہیں۔ پتے پتے اور ڈالی ڈالی سے اخذ کر کے پھول کی شگفتگی اور خوشبو کی داستان سناتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد سلیم کی معروضیت ان کی تحریر کا حسن ہے لیکن ان کی فکری وابستگی و پختگی کی جھلک ہر پیراگراف میں نظر آتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جن ہم عصر مشاہیر کا انتخاب کیا ہے ان میں دو غیرمسلم بھی ہیں۔ ایک مسولینی اور دوسرے پنڈت جواہر لال۔ مسولینی سے ملاقات میں اقبالؒ اسلامی نظام حیات کی بات کرتے ہیں اسے ڈاکٹر محمد سلیم کی زبان میں ملاحظہ کیجیے:

> ''رسمی مزاج پرسی کے بعد مسولینی نے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ میری فاشسٹ تحریک کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے ڈسپلن کے اس اصول کا بڑا حصہ اپنا لیا ہے جسے اسلام نظام حیات کے لیے بہت ضروری سمجھتا ہے۔ اگر آپ اسلام کا نظریہ حیات پوری طرح اپنا لیں تو سارا یورپ آپ کا تابع ہوگا''۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا اقبالؒ اسلام کی عظمت کے بیان اور دعوت اسلامی کے فریضہ کو کیسے اور کہاں واضح کر رہے ہیں۔ پھر اقبالؒ پیغمبر اسلام کے حوالے سے شہروں کی آبادی کو محدود رکھنے کے اصول کی وضاحت کرتے ہیں تو مسولینی کرسی سے کھڑا ہو جاتا ہے اور دونوں ہاتھ میز پر زور سے مار کر کہتا ہے کہ: ''کتنا شاندار خیال ہے'' (ص۱۷۷)۔ اور اقبالؒ کا تبصرہ ''کہ ڈوچے لوتھر ہے بغیر انجیل کے'' ایک صاحب بصیرت کا اظہار حقیقت ہے۔

جواہر لال پر لکھتے ہوئے ڈاکٹر محمد سلیم نے علامہ اقبال کے بیانات کے حوالے سے نہ صرف پنڈت جواہر لال نہرو کی مسلمانوں پر نکتہ چینی کے جوابات کو نمایاں کیا بلکہ گاندھی کے رویہ کو بھی پوری طرح بے نقاب کیا ہے۔ نہرو نے جناح پر تنقید کی تو اس کے جواب میں اقبالؒ نے کہا: ''میرے دل میں پنڈت نہرو کی بہت عزت ہے...... لیکن میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انہوں نے مسٹر جناح کے ساتھ الجھنے کی کوشش کی ہے۔ مسٹر جناح آج مسلمانوں کے سب سے بڑے اور سب سے معتمد علیہ لیڈر ہیں۔ انہوں نے اپنے ملک کی جو خدمت کی ہے وہ کسی اور لیڈر سے کم نہیں۔ لیکن مسٹر جناح تخیل کی دنیا میں پرواز کرنے کی بجائے حقیقت بینی کو ترجیح دیتے ہیں، اسی لیے ان کی قوم پرستی اور حب الوطنی حقائق و واقعات کے صحیح تجزیے پر مبنی ہے...... مجھے اُمید ہے کہ پنڈت نہرو کو جلد اس بات کا احساس ہو جائے گا کہ مسٹر جناح مسلمانوں میں کتنی بلند حیثیت اور ارفع مقام کے مالک ہیں۔

مسلمانوں کی طرف سے اگر کسی شخص کو بات کرنے کا حق ہے تو وہ صرف مسٹر جناح ہیں''۔(ص۱۹۱)

قادیانیوں کے سلسلے میں جواہر لال نہرو نے جو بیان دیا تھا اس کا جواب بھی علامہ اقبالؒ نے دیا، جو آج تک اس موضوع کے تہذیبی تجزیے کے لحاظ سے حرف آخر تصور ہوتا ہے۔ لیکن اقبال کے واضح موقف اور دو ٹوک جواب کے باوجود دونوں میں باہمی احترام کا رشتہ قائم رہا۔ ڈاکٹر محمد سلیم سے اس بات میں ایڈورڈ ٹامسن کی کذب گوئی اور دروغ بافی کو جس طرح مبرہن کیا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جواہر لال نے بھی ہمیشہ احترام کے رویے کو اپنائے رکھا۔ ڈاکٹر محمد سلیم نے دل نشیں انداز میں ہر شخصیت کی ذاتی و علمی حیثیت کو بھی دیانتدارانہ طور پر بیان کیا ہے، اور اقبالؒ کے ساتھ تعلقات کی سطح کو بھی سلیقہ مندی سے قلم بند کیا ہے۔ کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں ان شخصیات کے حوالے سے کئی اہم علمی، فکری، تہذیبی اور سیاسی مسائل زیر بحث آ گئے ہیں۔ ڈاکٹر تاثیر کے لیے علامہ کے دل میں مشفقانہ جذبات تھے۔ وہ کیمرج جانے لگے تو سفارشی خط لکھا، واپس آئے تو ملاقات کے وقت اپنائیت سے نوازا اور ایسا اظہار کیا جو ہماری معاشرتی زندگی میں بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ ڈاکٹر سلیم کے الفاظ میں پڑھیے:

> ''آپ نے پہلا سوال یہ کیا: کہو شادی کر آئے ہو؟ میں نے جواب میں ذرا تأمل کیا تو انگریزی میں کہنے لگے۔ جاؤ واپس جاؤ اور شادی کر کے آؤ۔ میں نے مسکرا کر کہا آپ تو اہل فرنگ اور فرنگ کی مذمت کرتے ہیں اور مجھے وہاں شادی کے لیے کہتے ہیں۔ کہنے لگے تم جانتے ہو کہ میں فرنگ کی کس بات کی مذمت کرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ منگنی کر آیا ہوں۔ ہنس کر کہنے لگے کہ میں جانتا تھا کہ تم شادی کر کے آؤ گے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ نکاح نامہ میں خود تیار کروں گا۔ اسلامی قانون کے جملہ امکانات کو استعمال کر کے اس طرح بناؤں گا کہ ایک مثال کا کام دے۔ عورت کے وہ تمام حقوق جو ہندو رسوم اور دیگر موانعات کی وجہ سے کالعدم ہو گئے ہیں ان کی تجدید کی جائے گی۔ یہ نکاح نامہ تم ولایت بھیجنا تاکہ لڑکی خود دیکھ لے، وکیلوں کو دکھا لے اور اطمینان کے بعد اس کی توثیق کی جائے۔ نکاح میں خود پڑھاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا''۔

اقبالؒ کے پیش نظر وہ حقوق تھے جو اسلام نے عورت کو عطا کیے اور انہیں وہ اس نکاح نامہ کے ذریعے واضح کرنا چاہتے تھے (۱۰۷-۱۰۸)۔ اقبالؒ سیّد مودودیؒ کے مداح اور سیّد مودودیؒ علامہ اقبالؒ کے عقیدت مند تھے۔ ڈاکٹر محمد سلیم نے شورش کے نام ۲۷ مارچ ۱۹۶۵ء میں سیّد ابوالاعلیٰؒ کے خط کا اقتباس نقل کیا ہے جو خطبات سے متعلق ہے۔

اس وقت جو ابتدائی اسلامی عقیدے اور نظام فکر وعمل کو از سر نو مرتب کرنے کے لیے کوششیں کی گئیں، ان میں علامہ مرحوم کے ان خطبات کا بڑا اہم مقام ہے۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ یہ ترتیب جدید بالکلیہ درست تھی۔ اس میں اس وقت کے حالات کا اثر بھی پایا جاتا ہے اور بعض مسائل کے بیان میں بھی خامیاں ہیں۔ اس لیے اگر کوئی اس فکر اسلامی کی ترتیب نو کے معاملے میں حرف آخر کہے تو غلط ہو گا البتہ اس طرز خاص کے لٹریچر میں مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے اس کی قدر ناقابل انکار ہے۔

ڈاکٹر سلیم اس اقتباس کے بعد لکھتے ہیں: ''مولانا کے ان ریمارکس سے ان کے خطبات کی اہمیت کا اندازہ ہو ہی نہیں سکتا''۔ ڈاکٹر صاحب کے اس ذومعنی جملے کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟ اس کا پتہ ان سے ملاقات پر ہی چلے گا۔

ڈاکٹر محمد سلیم ہم عصر شخصیتوں کا تعارف بھی کراتے ہیں، کہیں کہیں تقابل بھی کرتے ہیں اور اکثر باہمی احترام کے رشتوں کو نمایاں کرتے ہیں۔ اقبالؒ اور ابوالکلامؒ کے تقابل میں سیّد عبداللہ کا دلچسپ اقتباس بھی نقل کرتے ہیں۔ (ص۱۲۱) اور دونوں کے ملی نقطہ ہائے نظر کے اختلاف کو بھی واضح کرتے ہیں۔ کتاب میں قائداعظمؒ کو پہلے نمبر پر اور جواہر لال کو آخر پہ رکھا گیا ہے۔ درمیان میں نواز آف بھوپال، سیّد مودودیؒ، خلیفہ عبدالحکیم، سیّد سلیمان ندویؒ، ڈاکٹر تاثیر، ابوالکلامؒ، محمد علی جوہرؒ، راس مسعود اور مسولینی ہیں۔ اگر یہ شعوری ہے تو دلچسپی سے خالی نہیں۔

یہ کتاب صرف سوانحی ادب کا نمونہ ہی نہیں فکری و تہذیبی مسائل کے تجزیاتی و تحلیلی تحریر کی شاندار مثال بھی ہے۔ اقبال کے عہد اور اس کے مسائل کے سلسلے میں اس کی حیثیت حوالہ کی ہے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ اہل ذوق اس سے لطف اندوز ہوں گے۔